

از دفتر امامیه مشن لکهنو

مکشی لکهنو کا نوا ان بنی سالی



تیسرا ایدین

علاء الرحمن از نواری لکهنو

محصول داک ندر

مهر ۳۵۳ هجری

قیمت ۱

امامیہ سن بلڈنگ فنڈ

میں سرت ایک ہال کی تعمیر کے لئے صرف دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے جس کا فراہم کر دینا شیعہ ایمان امیر المومنین علیہ السلام کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف ذرا اسی توجہ کی ضرورت ہے۔

اٹھنے اور مولا کا نام لے کر خود اور اپنے احباب سے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے اس اہم مقصد کا تکملہ کرا دیجئے اور اپنے اس دینی و تبلیغی ادارہ کو کرایہ کے مکان کا محتاج اور اس پر اپنی گاڑھی کمانی کے پیسہ کو برباد کرنے کا موقع نہ دیجئے۔

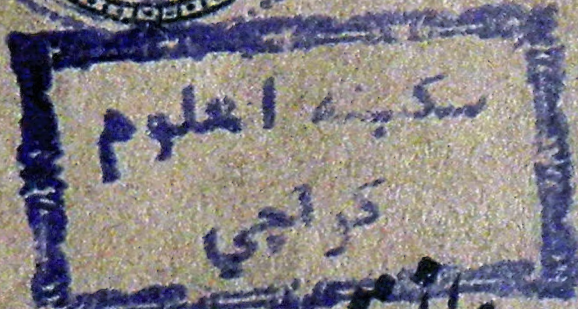
اس فنڈ میں قلیل سے قلیل رقوم بھی بصد شکر یہ وصول کی جاویں گی۔ اور اس کا اخبارات میں اعلان ہوتا ہے گا۔

اللہ عجل الی الخیر

آنریری سکریٹری امامیہ سن لکھنؤ

لعلی اعلیٰ
ہوای لالی

۱۲۸۱



حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ علیہ السلام
صاحبزادہ محمد سعید



مکتبہ اسلامیہ
کراچی

سید رضا حسین تحریر

امامیہ سن کی ساتویں مذہبی خدمت

کے تیسرا دور

حضرات :- امامیہ سن کے خدمات اب محتاج تعارف نہیں رہے
ہیں۔ اس کے رسالوں کے متعدد داؤنیشنوں کا شائع ہونا اس کے خدمات
کی مقبولیت کا کافی ثبوت ہے۔ یہ سالہ جو ہم پیش کر رہے ہیں سال گذشتہ
عشرہ محرم میں پہلی بار شائع ہوا تھا اور ملک میں اتنا مقبول ہوا
کہ چند دنوں کے بعد ہم کو اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔ اب وہ
ایڈیشن بھی ختم ہو گیا اور تیسری بار ہم اس سالہ کو پیش کر رہے ہیں۔ امید
ہے کہ افراد قوم زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت میں حصہ لیکر تبلیغِ ہدایت
کے مقصد کو انجام دیں گے والسلام
خادم ملت سید ابن حسین عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ سن لکھنؤ
محرم ۱۴۲۵ھ ۱۳ اگست ۱۹۰۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين والحمد لله

حُسَيْن اور اسلام

حسین تاریخی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں، انکی شخصیت اور
عظیم کارنامے مکررون افراد کے سرعقیدت کو خم کئے ہوئے ہیں،
تم نے ممکن ہو کہ ان کی عظیم کارنامہ زندگی کے مطالعہ اور انکے حیرت انگیز

ثبات قدم اور استقلال و تدبیر سے بھری ہوئے ہمشال قدم اور قربانی
کے خالاف پر اطلاع حاصل کرنیکا موقع نہ پایا ہو لیکن کم سے کم تم سے حسین
کا نام ضرور سنا ہوگا اور تمنا جانے ہوگی کہ وہ کسی بڑے تاریخی واقعہ کے ہیرو ہیں
مکن ہی خیال بھی ہمارے دل میں کبھی آتا ہو کہ یہ حسین کون تھے اور

آخرا اس وقت کے خصوصیت کیا ہیں جس میں بڑے انسان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اچھا تو بھراؤ اور صبر و سکون کے چند لمحے مجھ کو عاریت دو۔

میں تم کو حسین اور ان کے مشن سے جس کے سلسلہ میں انھوں نے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں دیر نہ نہیں کیا مختصر لفظوں میں سننا کراؤں جس سے تم کو حسین اور ان کے اقدامات کے متعلق صحیح راہ قائم کرنے کا موقع مل سکے۔

حسین کون تھے؟

حسین کیساتھ اسلام کا روحانی تعلق چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ دنیا تاریخی کے عظیم دور سے گزر رہی تھی اور انسانی تمدن کی کشتی تفرقہ اور فساد کے طوفان و دُناؤوں میں تھی جزیرہ نمائے عرب سے اسلام کا آفتاب طالع ہو سکی ابتداء میں اگرچہ حجاز کے مرکزی مقام مکہ منظم سے ظاہر ہوئی تھیں لیکن قسطنطنیہ

اُسکی روشنی شرق و غرب عالم پر چھا گئی اور نیا کوروشن کر دیا۔

یہ عربوں نے اور ملکیت نہ سب کا نام ہر اسلام اپنے ابتدائی دور
میں ترقی و اشاعت کی حیثیت سے دو عظیم شخصیتوں کی جانفشانی اور تھک
کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ایک پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دوسرے اُن کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب،

اگرچہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام نے جو خدا کا انجام دی ہیں جاننا
و خدا کاری کے فرض کو انجام دیا ہے اُن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا
اور وہ تاریخ میں سنہری حروفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں لیکن اُن کو اسلام
کے سنگ بنیاد نہ کہ بنیاد اور اسکے بعد والے ابتدائی مراحل سے کوئی تعلق
نہیں ہے اور نہ اسکے بعد انھیں ساسی حیثیت دیا جاسکتی ہے بلکہ
وہ ضمنی حیثیت رکھتے ہیں لیکن حقیقتاً انہی دو بزرگوں کے ثباتِ قدم
اور حیرت ناک استقلال اور اپنے خون کو سپینہ سمجھ لینے کا اثر تھا کہ
اسلام کی بنیادیں قائم ہوئیں اور حیرت ناک تیزی کے ساتھ

اُسکی اشاعت ہوئی۔

قدرت کو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر
 بنانا تھا، حضرت رسول کریم کی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہؑ ہر سلام
 اللہ علیہا کیساتھ حضرت علی بن ابی طالبؑ کا عقد ہوا اور اس طرح علی کو
 بھائی ہونیکے علاوہ ایک قسم کی فرزند بھی رسولؐ سے حاصل ہوئی
 اور یہ دونوں سلسلے کہ جو اشاعت اسلام میں متحد تھے اور یہ ان استحکام
 کیساتھ ایک نقطہ پر جمع ہو گئے۔

انہی ماں باپ حضرت فاطمہ اور علی بن ابی طالبؑ سے دو بچے متولد ہوئے
 جن کا نام تھا حسن اور حسینؑ اس وقت کہ جب اسلام ایک نئے عہد کی
 حیثیت سے رسول اسلامؐ کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا ان دونوں بچوں
 کی ولادت ہوئی جن کی پرورش بھی رسولؐ کی آغوش میں شروع ہوئی
 اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا گوارہ تربیت ایک تسلسلہ پایا
 ایک طرف تا کہ جو بانی اسلام تھے اور دوسری طرف بچے جو محب و حامی

اسلام تھے اُن کے خدائے اوکار گزاریاں منشا تھیں اور اس
 ماحول کے باعث اسلام کیساتھ روحانی تعلق اور ولی ارتباط ان
 دونوں بچوں میں بچنے ہی سے راسخ ہو گیا اور بڑی عمر میں ہی گئی
 اُلفت اسلام کا جذبہ مستحکم تر ہوتا گیا۔

مذہبی عقائد سے جنگی بنا پر یہ دونوں بزرگ حسن حسین امامِ خلق
 اور حقیقی و مہدِ اسلام قرار پاتے ہیں بالکل الگ و گونا گویا مگر
 سے بھی یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی زندگی پابندی
 شریعت اور حفظانِ اصولِ مذہب کی حیثیت سے اسلامی تعلیمات کا
 مکمل آئینہ اور احکامِ شریف کا مجسم نمونہ تھی اور اس لئے بھی اسلام اور
 شریعت اسلام کے ساتھ جتنی گہری ہمدری انکو ہو سکتی تھی کسی کو نہیں

بنی امیہ کا دور حکومت

یا

تلیخ کا ایک سیاہ ورق

پیغمبر اسلام کی وفات اسلام کھیلنے ایک سخت ترین مصیبت تھی جس کے بعد ہی سوسلی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہی شروع شروع میں کچھ عرصہ تک سلی سادگی اور حقیقت پسندی، ظاہری جاہ و عیش کے بغیر اور بادی ساز و سامان سے کنارہ کشی ایک حد تک محفوظ تھی لیکن اوس ہفتوحات نے ترقی کی قبضہ کسری کے ممالک پر ہمانوں کا قبضہ ہوا، شاہانہ تزک و احتشام اور سلطنتی جاہ و جلال آئے نکھیں و چار ہوئیں اور اسلامی افراد میں بھی کشور آرائی اور جہان بینی کے جذبات نے پرورش پائی اور نہ ہی پابندیوں کے بجائے سیاسی منصوبہ بازیوں اور کمزوروں کے مقابلہ میں جابرانہ طاقتوں کے مظاہرہ کا دور رہ گیا۔

رسولؐ اور ان کے خاندان (بنی ہاشم) کے قیدی حریف بنی امیہ کے
جو برابر رسولؐ سے اشاعت اسلام کے خلاف اپنی طاقت کے آخری نفس
تک جنگ کرتے رہے اور سب آخر میں امیکہ کے تمام رشتے منقطع ہو جانے
کے بعد بادلِ ناخواتمہ اسلام لائے تھے انھیں ان انقلابات میں اپنے
منصوبوں کے پورا کرنے کا اچھا موقع ملا۔

حضرت خلیفہ ثانی (عمر بن الخطاب) ہی کے دور میں شام پر ان
کا تسلط ہو گیا تھا جو صرف گوزری کی حیثیت سے تھا لیکن قدم پانے لگے
لئے بہت کافی تھا۔

تیسرے دور میں خوش قسمتی سے مرکزی حکومت نے خلافت سہرا
بھی بنی امیہ کے سر پر بندھا اور اس گروہ کو اسلام کیساتھ اپنے دیرینہ
منصوبوں کے پورا کرنے کا پورا موقع مل گیا۔

حضرت خلیفہ ثالث کے ساتھ حسن ظن کو راہ دیتے ہوئے بھلا سکتا
کہ صد سادہ لوح خلیفہ وقت کو اپنے ان خاندانی افراد کے اغوا میں

مقاصدِ اُور ان کے اطوار و حالات کی اطلاع یہ بھی لیکن یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ
 اس عہد میں صحابہ رسولؐ اور سچے اسلامی فرزندوں کیساتھ انتہائی ستم
 برتاؤ اختیار کئے گئے اور انہوں کی جانبداری اور ان کے تدرینِ نظام
 کی حمایت انتہا تک پہنچ گئی جسکے بعد پانی سے اوچا ہو گیا اور مظالم کو
 برواشت کرتے کرتے صبر کے پیمانے پر زریو گئے جس کا افسوسناک نتیجہ
 قتلِ خلیفہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تیارِ کج کے مطالعہ سے اس قتل کی بہت کچھ ذمہ داری بنی امیہ کے
 سرکھائی دیتی ہے۔

اسکے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور خلافت کھیلے بڑے بڑے صحابہ کرام
 اور اہل حل و عقد کے اتفاقِ آراء سے حضرت علیؑ کا انتخاب ہوا اور
 سب نے اتفاقِ آپسی بیعت کی لیکن شام کے گورنر معاویہ بن ابی سفیان
 جو وہاں پورے طور پر قبضہ جما چکے تھے وہ اسلامی متفقہ فیصلہ کے سامنے
 سرنگوں نہ ہوا تھے نہ وہ اور خونِ حضرت عثمانؓ کی طلب کے

بہانے سے علی بن ابیطالبؑ برسرِ پیکار ہوئے چنانچہ جنگ صفین کے
سیکڑوں معرکے جن میں ہزاروں مسلمانوں کا خونِ پانی کی طرح بہ گیا
اسی کا کرشمہ تھیں۔

آخر اس جنگ کا فیصلہ ایک مکارانہ مصاحف کیساتھ ہو جائے گی
دیانت و امانت کا جو سرکار فرما ہوتا تو یقیناً مسلمانوں کے درمیان ناگوار
اختلاف کا خاتمہ ہو سکتا تھا لیکن افسوس کہ حرص و انا کے بڑھتے ہوئے
سیلاب نے اس ظاہری مصاحف کو فتنہ و فساد کا پیش خیمہ قرار دیا اور
اختلاف فتنہ کی خلیج پہلے سے زیادہ وسیع ہو گئی۔

یہ وقت تھا کہ شام کے تخت پر بنی امیہ کے قدم پوری طاقت کے کھٹا
جم گئے تھے اور امیر المومنین علیؑ کو مسجد کوفہ میں شہید کیا گیا اور شام میں
مخالفتِ اہلبیت کا طوفان پوری قوت پر بلند ہو گیا اور دمشق بلکہ
تمام بلادِ اسلامیہ کے منبروں پر کمالِ جرأت کیساتھ اہلبیت رسول پر
طعن و ازارِ محرم ہو گیا۔

اس مانے کے بعض اہم خصوصیات ایسے معاویہ اگرچہ صحابہ رسول
کی ایک ممتاز فرسجہ جاتے ہیں لیکن ان کے دور حکومت کے ایفونساں خصوصیات
ہیں جو اسلامی تاریخ میں سبلی حرفوں سے مرقوم نظر آتے ہیں ورنہ اس میں
میں سلام کے ضعف و سہمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) وضع احادیث اور خدا و رسول پر افتراء و بہتان کوئی جرم
نہ رہا بلکہ اس پر مخصوص مصالح کے تحت میں جائزہ انعام دیا جاتا تھا
چنانچہ ابوسعہ بن علی بن محمد انہی جو اسلامی مورخین میں بڑے پایہ کا شخص
ہے اس نے کتاب الاحداث میں اس مانے کے حالات درج کرتے ہوئے لکھا ہے
کتب معاویۃ الی عمالہ فی جمیع الافاق ان لا یجیزوا لاحد
من شیعۃ علی شہادۃ و کذب الیہم ان انظروا من قبلکم من شیعۃ عثمان
و محبیہ و اہل ولایۃ الذین یروون فضائلہ مناقبہ فادوا بحالہم
و قربوہم و اکرموہم و اکتبوا الی کل ما یروی کل رجل منهم اسمہ و اسم
ابیہ عشیرتہ ففعلوا ذلک حتی اکثر وافی فضائل عثمان و مناقبہ

لما كان يبعث اليهم معاوية من الصلوات الكساء والحباء والقطا
 ويفيضه في الحرب منهم والموالي فكثر ذلك فكل مصراف في
 المنازل والدنيا فليس يجد امرؤ من الناس عاملا من عمال
 معاوية فيروي في عثمان فضيلة او منقبة الا كتب اسمه وقوته
 وشفعه فلبثوا بذلك حينا -

”معاویہ نے تمام عمال کو لکھا کہ جو شخص حضرت عثمان کی فضیلت میں
 کسی حدیث کو بیان کرے اُس کا پورا نام مع پتہ کے میرے پاس لکھ کر بھیج دے
 اور پوری طرح جائزہ و انعام سے اُس کو مال مال کر دوں گا نتیجہ یہ ہوا کہ
 فضیلت عثمان میں حادث کثرت سے ہو گئے اور ایک سے تک سلسلہ قائم ہوا
 ثرکتب لی عماله ان الحدیث فی عثمان قد کثرت وفتا فی کل مصر وکل
 وجه وناحیة فاذا جاءکم کتبنا بی هذا فادعوا الناس الی الروایة
 وفضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تنترکوا خبر ابرو لیه
 من المسلمین فی ارض تراب الا وانونی بمنافقہ فی الصحابة فان هذا

احبابی واقف لعینی و ادحض لجة ابی تراب شیعتہ اشعل علیہم
 مناقب عثمان ففصلہ فقرآن کتبہ علی الناس فرویت حادیت کثیرہ فی
 مناقب الصحابة مقتولة لا حقيقة لها وحب الناس فروایة ما یجری
 هذا الجری حتی اشادوا بذکر ذلک علی المنابر و لقی الی معلی الکتاب
 فعلموا صیبا کفهم من ذلک الکثیر الواسع حتی سوو
 و تعلموه کما یعلمون القرآن حتی علموا بناتهم و نساءهم و خدمهم
 ختمهم فلبثوا بذلک ما شاء الله -

”پھر تمام گورزوں کو لکھا گیا کہ عثمان کی فضیلت میں حادیت کا
 بہت کافی ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اب تم دیگر صحابہ کے فضائل میں روایت
 احادیت کی طرف لوگوں کو دعوت داور جو کوئی فضیلت بھی ابو تراب کی
 نسبت حادیت میں ازہونی ہو اس کے مقابل دوسرے صحابہ کھیلے بھی
 بیان کرو علی اور ان کے شیعوں کی دلیل کے بل کر نیکیا سے بڑا ذریعہ
 یہی ہے اس پھر کیا تھا فرمان لوگوں کے سامنے پڑھا گیا اور سیکڑوں حدیثیں

۱۵
 صحابہ کبار کے مناقب میں تصنیف ہو گئیں جن کی کچھ اصلیت تھی
 و اعظمین ان کو منبروں پر پڑھتے اور معلمین مکتب بچوں کو قرآن کی طرح
 حفظ کراتے تھے بلکہ لڑکیوں عورتوں اور غلاموں کنیزوں تک کو اس
 کو نا ضروری سمجھتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سچے اسلامی ولایات بھی ان بے تحقیق اخبار
 کے ساتھ غلط ہو کر بے اعتبار بن گئے اور علمی تحقیق و تدقیق میں کیمت
 بڑا خنہ پڑ گیا۔

(۲) سب شتم اور اکابر اہل سلام کو گالیاں دینے کا دستور نکل
 آیا و مشق و شام کے منبروں پر چالیس برس تک رسم ادا ہوتی رہی
 اور علی بن ابیطالب کی نسبت اس جبارت کا سلسلہ قائم رہا۔
 (۳) بلاد اسلامیہ میں شراب بہت آزادی کیساتھ استعمال کی جانے لگی
 اور اس کی خرید و فروخت میں کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہی چنانچہ
 عبدالرحمن بن سہل نصاری (صحابی رسول) نے شراب کے بارے میں

اونٹوں کو دیکھا تو اپنے نیزہ کی نوک سے اُن مشکوں کو بھاڑ ڈالا حضرت
معاویہ کو خبر معلوم ہوئی تو کہا اُس بڑے کو چھوڑ دو اسکی عقل جاتی ہی
ہے عبدالرحمن نے سنا تو کہا خدا کی قسم میری عقل نہیں گئی ہی مگر
رسالتا ہے ممانعت فرمائی ہو اس سے کہ شراب کا رشکم میں اُل ہو یا برتنوں
میں کہی جائے (دیکھو کتاب اسد الغابہ ابن اثیر حزر ج ۳ ص ۲۹۹ و
اصابہ جافظ ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۴۰۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مانہ میں شراب کی درآمد مسلمانوں
پر سختی سے ہو گئی تھی اور اگر کوئی سچا مسلمان تعرض کرتا تھا تو اسے
دیوانہ اور بے عقل کا خطاب دیا جاتا تھا۔

(۴) ہیکناہ مسلمانوں کا خون بہتے دردی سے بہایا جانے لگا سیکڑوں
کلہ گویوں کی گردنیں زیر تیغ ہو گئیں ہمرہ بن جندب ابی سبر بن ارطاة
اور زیاد بن ابیہ کی سیاہ کاریاں اسی عہد کا نام عمل ہیں۔ عبداللہ بن
عباس کے دو کسین بچے مان کی گود میں فوج کر دیے گئے جس سے وہ مجنون

ہو گئیں (ملاحظہ ہو استیعاب ابن عبد البر مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد
جلد اوّل ص ۶۶)

(۵) مذہب کا وقار بالکل کم ہو رہا تھا اور بڑے بڑے ارکان مذہبی
کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔

امیر معاویہ نے بڑے فخر سے جاری بن قدامہ اور خف و شخصوں کی
نسبت فرمایا کہ اشتریت صمغادینہما ”میں نے ان سے ان کا مذہب
مُول لیلیا ہی“ استیعاب ج ۱ ص ۱۵۴

مصر کے لوگوں نے دربار میں آکر السلام علیک یا رسول اللہ
کہا اور اسکو گوارا کر لیا گیا، منہ دینا تو بڑی بات تھی معمولی سی بانی
تنبیہ بھی نہ کی گئی (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۴)
ان دونوں اقوال کو ہم نے اپنے رسالہ ”قاتلان حسین کا مذہب“ میں
تفصیل سے لکھا ہے اور ان سے اس وقت کو اسلامی احساسات و
جذبات کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

امیر معاویہ کا زمانہ کسی نہ کسی طرح بہر ہو گیا اور انہوں نے اپنی عمر گزار دی مگر مسلمانوں کے سپر ظلم و ستم کے ایسے دوتا کو سوار کر گئے جس نے اسلام کو شیرازہ کو بالکل دہم و برہم کر دیا۔ یزید کے اخلاق و عادات سے امیر معاویہ بے خبر تھے؟ نہیں ہرگز نہیں وہ خود یزید کے خصوصیات سے واقف تھے اور اس کا اظہار بھی کیا ہی خیال پچھ علامہ بن حجر مکی اپنی کتاب "تطہیر اللسان والجنان" میں جو حضرت معاویہ کے مناقب و فضائل میں تصنیف کی گئی ہے لکھتے ہیں کہ ایک روز امیر معاویہ رونے لگے، مران نے کہا کہ کیوں کیا ہوا؟ آپ کے رونے کا سبب؟ جواب دیا کہ

اتی شئی كنت عنه عز و باکبرت سنی و رقی عظمی کثر الدمع
فی عینی و رمیت فی احسن ما ید و منی و لوکا هو ای فی یزید
البصرت قصدی

"دنیا میں کن اہمیت تھی جو میں نے نہ اٹھائی ہو اب سن زیادہ ہو گیا،
پڑیاں گھل گھل میں جہم کمزور ہو گیا لیکن اگر مجھ پر یزید کی محبت کا غلبہ

نہو تا توں اپنے لئے اہ است کو حاصل کر لیتا " (حاشیہ صواعق محرقة
مطبوعہ مصر ص ۵۶) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قوله ولولا هواي الخ فيه غاية التجميل على نفسه بان مر
محبة ليزيد اعمت عليه طريق الهدى واوقعت الناس بعد
مع ذلك الفاسق المارق في الردى۔

"ان الفاظ میں معاویہ نے پورے طور پر اقرار کر لیا ہے کہ یزید کی محبت نے
ان کو ہدایت کے راستوں سے باز رکھا بنا دیا ہے اور اسی فرط محبت نے مسلمانوں
لئے بعدیہ فاسق و فاجر کے ہاتھوں میں مبتلا کر دیا جو انکی ہلاکت کا باعث
ہوا" (حاشیہ صواعق محرقة ص ۵۶)

اسکے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ امیر معاویہ یزید کے افعال و عادات سے
بیخبر تھے اور اس کی ولی عہدی نیک نیتی پر مبنی تھی، یزید کی بیعت
مسلمانوں سے برستی لی گئی اور زور و جبر کے خزانے اس کے لیے وقف
کر دیے گئے۔ یزید تخت خلافت پر ٹھکان ہوا اور اس کے فسق و فجور نے

دنیا کو پُر کر دیا۔ ہر طرف معصیت خدا اور مخالفت شریعت کا بازار گرم
 ہوا، مذہبِ زکیہ اطفال و سلامِ زینت طاق نسیان بن گیا، یزید کے
 افعال و عادات کے تفصیلی تذکرے ان صفحات کو پر نہیں کیا جاسکتا، اسلام
 کی مستند تاریخین ان واقعات کو اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ واقعہ
 مختصر الفاظ میں بس طرح یزید کے بدکرداری کی تصویر چھی ہو چسبہ ذیل ہے
 کان رجلا منکم امهات الاولاد والبنات والاخوات ولشرب
 الخمر ویدع الصلوة۔

”وہ ایسا شخص تھا کہ اپنے باپ کی منکوحہ کنیزوں اور اپنی بہنوں
 بیٹیوں تک نہ چھوڑتا تھا شراب پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا“

(ملاحظہ ہو صواعقِ محرقة، علامہ بن حجر مکی ص ۱۳۵)

اب بتاؤ کہ کیا اسلامی بادشاہ یا خلیفہ المسالین اور مجوسیوں میں
 کچھ بھی فرق ہوا؟ حد سے زیادہ فاسق اشخاص بھی اپنی ماں بہنوں
 سے مقاربت کرنا حین و غیرت بلکہ انسانیت کے خلاف سمجھے ہیں۔

بادشاہ وقت کو ان عادات و اخلاق کو دیکھ کر دینا زنگ پڑ گیا تھا
 اور مذہبیت بالکل فنا ہو گئی تھی لطف یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ سر تسلیم خم
 کئے ہوئے تھے اور کسی کے دہن سے صدائے اعتراض بھی بلند نہ ہوتی تھی۔
 سوائے پانچ شخصوں کے تمام صحابہ و تابعین یزید کو خلیفہ رسول تسلیم
 کر چکے تھے، ان پانچ میں سب پہلا نام حسین بن علیؑ کا ہے اور آچھی دیکھا
 دیکھی عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن سیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن علیؑ
 یزید کی طرف سے کوشش شروع ہوئی کہ ان کو بھی پابند بنایا جائے اور
 سب زبانیہ امام حسین علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے
 کھیلے اہتمام کیا گیا۔

گزشتہ تاریخ اور اسلام کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ظاہر ہے کہ
 علی بن ابیطالبؑ کا فرزند اور خاندانِ رسولؐ کا سب سے بزرگ شخص اگر ان
 حالات کی موجودگی میں یزید کی بیعت کر لیتا تو اسلام کا نام بھی باقی
 نہ رہ سکتا۔

حسن مجتہبیٰ کی صلاح مجاہد کربلا کی تہبہ

ہر اقدام عجیبے وقت پر ہون مفید نتیجہ خیز اور موثر ہوتا ہے لیکن اگر وقت پہلے کیا جائے تو وہ نتیجہ مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتا ہے بلکہ اپنے کرنے والے کو اکثر ہمیشہ کھیلے موذ الزام بنادیتا ہے۔

واقعات کی رفتار یکساں نہیں ہوتی بلکہ تدریجی حیثیت سے ترقی کرتی ہے اور ان کا طریقہ علاج بھی اسی اعتبار سے مختلف ہونا چاہئے۔ عالم کا نظام اسی پر قرار پایا ہے اور انسان کی افتاد طبع یوں ہی واقع ہوئی ہے اس میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔

زخم سید پکے ہوئے جزو بدن ہاتھ یا پیر کا علاج کروا پھا ہی لگاؤ مرہم بدلو ضرورت ہو تو بار بار نشتر دلو او پھر اگر نہ اچھا ہو اور اسکی سمیت کے جسم میں سرت کر نیکا خوف ہو تو اسے کاٹ کر بھی پھینک دو۔ کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا لیکن اگر زخم پید ہو نیکیے ساتھ ہی یا کوئی علاج معالجہ کر نیکیے

پہلے ہی کاٹ ڈالتے تو ضرور مورد الزام اور عام طور پر بے عقل سمجھے جاتے تھے
 طرز عمل وہی تھا جو بعد میں اختیار کئے جانے پر مدوح و متحسن سمجھا جا رہا
 تھا و شواہد اگلا حالات کی اصلاح کیلئے قربانی اور وہ بھی جان کی
 قربانی کامیاب و موثر ترین عربی لیکن سب سے آخری، جب تمام سائل
 و ذرائع ختم ہو جائیں اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اس وقت اس کا درجہ ہے
 وہ جہاں تک غری رہی وہی تک مدوح ہے اور اگر اس سے پہلے عمل میں
 آگئی تو اس پر جلد بازی غیر موقع شناسی اور ناقص اندیشی وغیرہ
 کا الزام آجانا ضروری ہے جس کے بعد کو حق بجانب نہیں سمجھا جاسکتا
 اور اسی کیساتھ اس کی کامیابی اور تاثیر خست۔

حالات کی اصلاح کیلئے احتجاج و استغاثہ مصاحبت و اداری
 شرط و شرط اور قرارداد و معاہدہ یہی چیزیں ہیں جن کا اختیار کیا
 جانا ابتدائی حد میں ضروری ہے۔

بیشک جب سب سائل و ذرائع اختیار کئے جانے کے بعد کام

ثابت ہوں تو پھر من جرب البحر حلیت بہ الندامۃ ”آزمون را آزمود
 جہل است“ کے مطابق انسان سوان ذرائع کا مطالبہ ہو سکیگا اور اس
 کی رفتار عمل کو آگے بڑھ کر کسی دوسرے اقدام تک پہنچنے کا حق پیدا ہوگا۔
 یہی تدریجی رفتار اقدام عمل میں جب تک قائم ہو کامیابی کی توقع ہر دور
 نہیں ایک نیا نیا ہو جانے پر پہلے ہی دن مرنے مارنے پر آمان ہو جانے
 والا مغلوب الغضب کہا جائیگا۔ وہی تعریف کا مستحق نہیں برخلاف اسکے
 اگر تمام دیگر ذرائع و اسباب کے ذریعے سے اتمام حجت کے بعد انسان کسی اہم
 مقصد کو جان دینے پر طیار ہو جائے تو فداکاری و جان نثاری اور
 مؤثر قربانی قرار پائے گی۔

ایک انسان اگر اپنے افعال و اعمال میں توازن کو ملحوظ رکھتا اور
 اپنی کارگزاریوں میں صرف جذبات کا فرمانبردار نہیں بلکہ عقلی غور و
 کا پابند ہو تو اسے اس نظام کا پابند ہونا ضروری ہے۔
 شام کی اموی سلطنت کی ہاتھوں بیشک ہب خطرہ میں تھا اور

حق و صداقت پا پاں ہو رہے تھے جس کی اصلاح کھیلنے قربانی درکار تھی
لیکن اس قربانی کے حق بجانب قربانی کے لئے دوسرے پر امن اور
صلح پرور مسائل و ذرائع کے صرف کئے جانے کی ضرورت تھی۔

بیشک اگر امام حسینؑ ایسی ایک بغیر کسی قسم کے سابقہ حالات کی زیر کی
بیعت سے کنارہ کشی کر کے باوجود قہر ان اعوان انصار مخالفت پر جس کا
لازمی نتیجہ آپ کا قتل ہونا تھا طیار ہو جاتے اور ایسا کرتے تو ان سوالوں
کا پیرا ہونا ناگزیر تھا کہ آخر امامؑ نے اتحاد عمل کیساتھ حالات کے دستی
کی کوشش کیوں کی؟ مخصوص شرائط کیساتھ صلح کر کے اپنے مقاصد
کو کیوں نہ حاصل کیا؟ کم سے کم اموریطنت سے بے تعلقی اختیار کر کے پڑ
رسول میں قیام پذیر کیوں نہ رہا اور کربلا آ کر اپنے تئیں معرض خطر میں
کس لئے ڈالا؟

یہ سوالات پیدا ہونیکے بعد جن کا کوئی صحیح حل بھی موجود نہ تھا یقیناً
آپ کا قتل ہونا صرف جذبات کی کار فرمائی کا نتیجہ قرار دیا جاتا اور اس لئے

نہ قابل کشش ہوا اور نہ مؤثر و کامیاب لیکن واقعہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کا اقدام
عمل یا قربانی وہ ایک مکمل نظام کے تحت میں واقع ہوا تھا جس کیلئے
برسوں کی طویل مدت کے حالات موقع کو قریب ہے تھی یہاں تک کہ ۶۱ھ
میں اس کا وقت آگیا۔

شروع شروع میں امام حسینؑ کا صلح کر لینا اور مخصوص شرائط مثلاً
کیسا تھ سلطنت کی ذمہ داریوں و تکلیف ہو کر دس برس خاموشی کی
زندگی بسر کرنا اور پھر دس ہی برس تک و امام حسینؑ کا بھی عملی حیثیت
خاموش رہ کر حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے اکثر زبانی یا مکتوبی احتجاج
کرتے رہنا لیکن باوجود اسکے حالات کا وہ صلح ہونے کے بدلے بد
بذریعہ ہوتے جانا، شرائط معاہدہ کا ٹھکرا دیا جانا، صلح نامہ کے دفعات کا
پامال ہو جانا، زبانی احتجاج و استغاثہ پر کوئی شنوائی نہ ہونا بلکہ اپنے
انسانیت منور اور سلام کش فعال پریش از پیش اصرار کیا جانا اور اس
سلسلہ میں پانی کا سکہ اور نچا ہو جانا اور معاملات کا حدیث گزر جانا اور

جس نے امام حسینؑ کیلئے اس عظیم اقدام کا موقع پیدا کر دیا تھا کہ جو انہوں
نے کربلا کی زمین پر انجام دیا۔

یہ اعتراض تاریخی حالات سے بھری گاہک کا نتیجہ ہوگا کہ امام حسینؑ نے خود
اپنی جان کو معرض خطر میں ڈالا۔ اگر وہ مدینہ میں قیام کرتے اور زیادہ سے
برسپر رخصت نہوتے تو آپ کا خون کربلا کی زمین پر نہ بہتا۔

یہ خیال بالکل بے حقیقت ہے۔ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم اور
خصوصاً علی بن ابیطالبؑ کی اولاد سے اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ
وہ کسی طرح انکو چین سے بیٹھنے نہیں دے سکتے تھے اور انکی خاموشی
بھی انکی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتی تھی۔ حسینؑ مجتبیٰؑ نے باوجود صلح
اور خاموشی و کنارہ کشی کیا پھر پابیاں یہ کہ زہر قاتل کے اثر سے کلیجہ کے
ٹکڑے ہوئے اور دشمنوں کی ظلم و بید کا خاموش افسانہ سناتے ہوئے دنیا
رخصت ہوئے۔ جناب خجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اپنی کتاب نے یہ نامہ
صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں۔

”پہلا خون سیدنا حضرت امام حسن کا ہے جو تاریخ کی روایت سے قطعاً
امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم و جدید محاکمہ تاریخی و قانونی انہی
بریت اس قتل سے نہیں کر سکتا۔“

کون کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت امام حسین عراق میں نہ آتے اور مدینہ میں
قیام فرماتے تو ان کے قتل کیلئے کوئی ایسا ہی خاموش حربہ استعمال نہ کر دیا
جاتا جس طرح حضرت امام حسن پر استعمال کیا گیا۔

اس وقت آپ کی جان بھی جاتی اور افراد بشر کے سامنے حقیقت کے واضح
ہونیکا بھی کوئی طریقہ نہ ہوتا بلکہ جس طرح اس پہلے امام حسن کی شہادت
انکار کیا جاتا رہا اسی طرح حضرت کی شہادت سے بھی انکار کرنا ضروری
خیال کیا جاتا اور یہ یقیناً زبرد کی فتح اور حسین کی شکست قرار پاتی تھی کیونکہ
اس حالت میں ول الذکر نے اپنے مقصد کو حاصل کیا، حسین کے وجود کو
دنیا سے محو کر دیا اور پھر عالم کے سامنے اپنے تئیں بری بھی ثابت کر دیا اور
حسین نے اپنی جان ہاتھ دھویا اور کوئی نتیجہ خیر اثر بھی دنیا میں نہ چھوڑا

بھلا حسینؑ مجھ العقول تدبر و استقلال کی مالک ہستی سرکب توقع کیجا کرتی
 ہے کہ اس پہلو پر متوجہ نہ ہو حسینؑ نے اپنے معاملہ کو دو مختلف صورتوں میں
 منھجہ پایا، ایک کہ خاموش طریقہ پر اپنی جان سی ہاتھ دھوئیں دین
 اسلام و شریعت نبویہؐ بھی بڑیکے افعال و اقوال سے محو ہو کر رہی، دوسرے
 یہ کہ اپنی ہستی کو ظاہری صورت میں دست فدا کے پیر کر کے ہمیشہ کو واسطے
 اپنی اور اپنے ناما کی تحریک کو زندہ کر کے اسلام کا ایک پادشاہ نقش چھوڑ
 دیں، فرزند رسولؐ نے اپنے عظیم تدبر و عبادت اندیشی سے کام لیکر دوسری
 صورت کو ترجیح دی اور اسلام کو زندہ کرنے کے ساتھ اپنی موت کو
 اپنے اور اسلام دونوں کی فنا کے مقابلہ میں اختیار کیا،
 حسینؑ نے اپنی جان دیکر اپنے مخالفین کے مفاد کو ہمیشہ کیلئے پایا
 کر دیا اور یہی وہ عظیم فتح ہے جس کو حضرت نے ظاہری صورت میں فنا ہو کر
 حاصل کیا۔

حسین کا اقام عمل برصغیر میں نشانِ کھتا تھا

(اور)

تدبر و سیاست کا بہترین نمونہ تھا

امام حسینؑ درحقیقت مدینہ کے اس بات کا بیڑا اٹھا کر نکلے تھے کہ دنیا کے سامنے حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کر دیں چنانچہ انھوں نے اپنے مقصد کی اشاعت و ترویج کے ننگِ شانینا فعال کو پشت از بام کرنے میں وہ تمام وسائل و ذرائع اختیار کئے جو ان کے عظیم تدبر و سیاست کا پتہ دیتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھو کہ حسینؑ نے مدینہ رسولؐ کو چھوڑنے کے بعد مکہ معظمہ کو اپنے قیام کیلئے منتخب کیا یہ مکہ معظمہ کا قیام طحی نظروں میں تو اس غرض کیلئے تھا کہ اس مقام مقدس میں خونریزی حرام ہو لہذا انکی زندگی دشمنوں کے خطرہ و محفوظ رہی لیکن نقطہ نظر ایسے شخص کیلئے تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کو آخر

ہمک اپنی جان بچا یا منظور ہو مگر حیثیت کہ جو مرنے پر کمر باندھ چکے تھے اور وہ
 طور سے آخر تک مرنے والے اقصائیں نظر رکھتے تھے جس کو برابر الفاظ میں تلاتے
 بھی رہتے تھے انکی نسبت اس خیال کو کوئی وقعت نہیں دیا جاسکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ مکہ منظر قلب جزیرۃ العرب عالم اسلام کا مرکز تھیں،
 اطراف نے جو ان کے قافلے برابر آتے رہتے تھے اور علاوہ فریضہ حج کے

جو اسلامی شریعت کی رو سے ہر مستطیع مسلمان پر واجب ہے اور جس کی بولن
 اشہر حج میں پیاروں طرف سے مختلف قبائل عرب کا آنا ضروری ہے
 خود عرب کے قدیم روایات و سابقہ عملہ آمد کی وجہ سے جو صدوں سے
 قائم تھا اور اسلام نے بھی جس کو باطل کرنے کی ضرورت سمجھی تھی عرب کے

اس خطہ کو تمام مختلف خیال قبائل عرب کا محل اجتماع ہونا لازمی تھا وہ
 مشہور کانفرنسین جو شعرو سخن اور خرید و فروخت وغیرہ کے لئے قائم ہوتی تھیں
 جن کو اسواق العرب کہا جاتا ہے ہر ذی القعدہ سے لیکر محرم تک مکہ و طائف
 اور مدینہ کے درمیان ہی میں قائم ہوتی تھیں۔

امام حسینؑ کی شخصیت دنیا کے عرب میں کوئی اجنبیت نہ رکھتی تھی، اگرچہ
 مذہبی احساسات مرنے ہو گئے ہوں اور حسینؑ کو ان کے واقعی مراتب سے
 لوگ پہچانتے ہوں لیکن رسولؐ کا نواسا، سلطان حجاز و عراق کا فرزند،
 ملک کا سب سے زیان سخی و جواد جس کے گھر سے کبھی کوئی سائل محروم
 نہیں بھرا، بنی ہاشم کا بزرگ خاندان، یہ عنوان وہ تھے جن سے کوئی بھی
 ناواقف نہ تھا اور کسی کو ان کے انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔

حسینؑ نے یہی زمانہ کہ جو تمام قبائل عرب کے اجتماع کا تھا مکہ میں اپنی
 قیام کیلئے تجویز کیا ہم نہیں کہنا چاہتے کہ حسینؑ اپنے لئے کوئی بڑا لشکر
 جمع کرنا چاہتے تھے اور ان قبائل عرب کے ساتھ روابط بڑھا کر اپنی حیثیت کو
 مضبوط بنا کر یزیدؓ کو مقابلہ کا خیال رکھتے تھے، نہیں مہرگز نہیں، اگر
 وہ ایسا چاہتے تو کر سکتے تھے اور مضبوط تحریک ہونے کی صورت میں ممکن
 نہ تھا کہ اس میں کامیابی نہ ہوتی۔

میں بالکل نزدیک تھا جس کا اسلام علی بن ابیطالبؑ کا رہن منت تھا

۳۳
اور اسکی وجہ وہاں کے رہنے والوں کو علی بن ابیطالبؑ اور ان کے
گھرانے سے پوری ہمدردی حاصل تھی۔

طائف بھی کچھ اولاد رسولؐ کا مخالف تھا لیکن فرزند رسولؐ علیؑ
اور جہانبانی کا شوق نہ تھا، وہ اپنے تئیں ایک عظیم الشان بادشاہ تسلیم
کرانے کی ہوس نہ رکھتے تھے مگر حسینؑ کا قیام مکہ معظمہ میں صبرِ اسلئے تھا
کہ جہور عرب کے اندر صورتِ حالات کی طرف ایک توجہ پیدا ہو جائے اور مزید
کے افعال و اعمال کا چرچا ہو نیلگے۔

حسینؑ کے قتل کھیلنے حجاج کے لباس میں شام سے کچھ لوگ بھیجے
ہوں یا حضرت کے پانچ بھائی کے جانے کا سامان کیا گیا ہو بہر حال نامعلوم
اسبابِ علل کے ماتحت امام کا بیت الحرام سے رخصت ہونا اور مانع
کے گزرنے کا نظارہ بھی دیکھنا اسکو امام کے تبلیغی مقصد میں بورا دخل ہے۔
ایسی ایک خلاف توقع حسینؑ کا حج کو ترک کر دینا اور تمام اہل بیت
کیساتھ مکہ معظمہ سے نکل کھڑا ہونا اسی حالت میں کہ حج کا زمانہ بہت کم

باقی تھا اس نے تمام قبائل عرب کے نمائندوں میں ایک لہرو ڈرا دی
اور اگر کوئی تاریخ اس موقع کی قلم بند کی گئی ہوتی تو اس میں ضرور نظر
آتا کہ اس موقع پر کن خیالات کا اظہار کیا جاتا تھا۔

حسین بن علی کمان چلے گئے؟ حج بھی نہ کیا؟ ان تمام اہل
عیال و قبرا کیساتھ اپنے نانا کی قبر کے جوار کو کیوں چھوڑ دیا؟ (یہ سب
خوف سے) کیوں؟ (یہ سب کیا چاہتا ہے؟) (حسین سے بیعت کا طالب ہے)
لا حول ولا قوۃ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرزند رسول اور نیر سے
شرابخوار اور نانا کا رفاقت و فاجر کی بیعت کسے! اچھا پھر مکہ منظمہ میں
کیوں قیام نہ کیا؟ کس لئے حج کو بھی ترک کر دیا؟ (جان کا خطرہ تھا شاید
مکہ میں حسین کے قتل کرنے کیلئے شام سے کچھ لوگ بھیجے گئے تھے، تو بہ
توبہ! اس سے بڑھ کر سفاکی و ظلم کیا ہو گا کہ فرزند رسول کو حرم میں بھی
چین لینے دیا جائے۔“

یہ تذکرے وہ ہوں گے جو مکہ منظمہ اور اس کے اطراف و جوانب میں اکثر

با خبر حلقوں میں بہت اہمیت کیساتھ جاری تھے۔

وہ ماہ کہ جب سرق مرسلت و محابرت مسدود تھے تاہم سلیفون وغیرہ
 خبر سانی کے ذریعہ نایاب اس سے بڑھ کر کوئی طریقہ واقعات کی
 اشاعت کا نہیں ہو سکتا تھا۔ مکہ سے روزانہ لوگ آتے جاتے رہتے تھے
 جو شخص تازہ اپنے شہر میں آیا اس کو بھی تازہ واقعات کی ضمن میں حسین کے
 نقل و حرکت کے اسباب و علل کا بیان کننا ضروری تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ
 امام کھیلے کوئی بڑا لشکر جمع ہو جائے لیکن مطلب صرف اتنا تھا کہ پہلے سے
 ان حالات کی اشاعت ہو جانے کے حسب سببین کی شہادت عام طور سے
 نامعلوم اسباب و علل کا نتیجہ قرار نہ پائے تاکہ اہل شام کو اپنے دل سے اس کے
 مخصوص جوہر تراشنے کا موقع مل جائے اور حسین کی مظلومیت و حقانیت
 مخفی ہو جائے یقیناً اگر امام کی طرف سے ان طرق نشر و اشاعت کو
 عمل میں نہ لایا جاتا تو زید کی طرف سے امام کی شہادت کو طرح طرح کے
 لباس پہنائے جاتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حسین کا خون اگانا جاتا یا بنی ہاشم

اپنی جان بھی ہاتھ سے کھوتے اور کوئی ہمدردی بھی افراد بشر کے قلوب
 میں چھوڑ کر نہ جاتے اور وہ مقصود آپ کا تھا حاصل ہوتا مگر خدا کی قدرت
 دیکھو کہ امام شہید ہوئے اور تمام دنیائے اسات کو تسلیم کر لیا کہ وہ ماحق
 قتل کئے گئے، شام کا حاکم اور اسکے دشمن انسانیت و زرا اور ساتھی
 کسی تخت نشینی کا موقع بھی نہ پاسکے۔ اسے خداوند عالم کی قوت قاہر کے
 بعدین کے بدبر و تعلق ہو اور اسباب عمل شہادت کے نشر و اشاعت کا نتیجہ تھا۔
 حسینؑ اپنی نقل و حرکت کے وجہ، کو زندگی ہی سے عالم اسلام میں شایع کے
 دشمنوں کی زبانیں بند کر دیں اور اپنی مظلومی کے سامنے دنیا کے تسلیم
 کو ختم کر لیا اور اس سے بڑھ کر حقانیت کی تبلیغ کیا ہو سکتی ہے؟۔

حسینؑ کا قافلہ خاموش مسلخ تھا [جج کا زمانہ تھا عراق،
 یمن، طائف وغیرہ سب سے قبائل مکہ میں آ رہے تھے، اوہر امام حسینؑ
 اپنے اہل و اقربا انصار صحاب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حیمہ و حر کاہ
 تمام سب سے لے لے ایک بڑے قافلہ کی صورت میں مکہ سے جا رہے تھے،

عالم مسافرت میں زندگی گزارنے والے واقف ہیں کہ راستہ میں چار پانچ آدمیوں کا بھی قافلہ نظر آئے تو کھوج ہوتی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں آتے ہیں؟ پھر کہاں امام حسینؑ کا شاندار قافلہ اور اصحاب و اعوان کا مختصر لشکر اس پر طرہ یہ کہ حج کو دُن باقی رہے مکہ معظمہ کی طرف آ رہا ہو جبکہ دنیا مکہ معظمہ کی طرف حج کیلئے متوجہ ہے! یہ جو یقیناً جاذبِ نظر اور غالب تھے تھے اور ایک اہنبی شخص کو یونہی چھینا ضروری تھا کہ یہ کیسا لشکر ہے؟ کہا جارا ہا ہے؟ اور حسینؑ کا نام معلوم ہونے پر وہی سوالات جو ہم نے اس کے قبل درج کئے ہیں۔ چنانچہ تاریخیں شاہد ہیں۔

فرزِ ذوق سے ملاقات امام سے یونہی اتفاقی طور پر ہوئی تھی اور عبداللہ بن مطیع و عمر بن عبدالرحمن مخزومی بھی راستہ میں خلاف توقع امام کو دیکھ کر ہو گئے اور پھر گفتگو ہوئی وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ حسین بن علیؑ اور اسٹی جوانوں کا شاندار قافلہ جو خا خا کو محبوبی چھوڑ کر جنگلوں میں ادبیا تھا خود ایک خاموش مبلغ اور

داعی حق تھا جو دور کے لوگوں کو تحقیق حالات و کشف حقائق پر
مجبور کر دیتا تھا۔

حکربلا کی سرزمین پر تبلیغ راستہ کے تمام اہم واقعات کو چھوڑتے
ہوئے امام کی اُس عظیم شان تبلیغ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ بلا کی زمین
پر حسینؑ ظاہر ہوئی وہ وقت کہ جب بن کے پیسے دشمنوں نے چاروں طرف
امام پر استہ بند کر دیا تھا اور میں ہزار کے لشکر نے دین و مذہب بلکہ
انسانیت و غیرت کو خیر باد کہہ کر فرزندِ رسولؐ کے قتل پر کمر باندھ ہی تھی
اُن کا گمراہی سے باز آنا ناممکن تھا اور حسینؑ اسبابِ واقف تھے لیکن
ایک مبلغ مذہب و داعی حق کا فریضہ ہے کہ وہ حق کی آواز کو بلند کر دے
تبلیغ و دعوت میں کوتاہی نہ کرے اور اس فرض کو امام نے خوب اکیا۔
ایک شب کی مہلت نماز پھیلے اور مفاد اسلام کی
بے نظیر تبلیغ۔

و محرم کو اس وقت کہ جب بنو نزار لشکر کی یورش تھی اور حسینؑ انکی مختصر

جماعت کے قتل کھیلے حملہ کر دیا گیا تھا، حسین نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ
 شب کی ہلٹ مانگی۔ کیوں؟ کیا اسلئے کہ حسین اپنے اہل عرم و
 رخصت ہو لیں، اپنے عزیزوں کو دل بھر کر ایک رات اور دیکھ لیں یا
 ایک شب میں کوئی سامان جنگ کر لیں؟ نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ
 آج کی رات بھر خدا کی عبادت کر لیں چنانچہ انھوں نے یہاں ہی کیا
 شب اس طرح گزاری کہ ہم دوی کد دئی الغل اس جماعت کی
 آوازیں کر آئی اور سب کچھ کیا اتنے اس طرح گونج رہی تھیں جیسے شہد
 کی مکھی کے چھتے سے آواز آتی ہو۔

اس طرح انھوں نے دکھلا دیا کہ سخت ترین مواقع پر کس طرح ہول
 مذہب کا خیال رکھا جاتا ہو اور یہ مذہبی جذبہ عالم کے ہر جذبہ سے زیادہ
 بر طاقت ہو۔

دسویں عاشور کے دن نماز ظہر اگشتہ موقع سے سخت اور زیادہ
 کٹھن و موقع تھا جب انی شروع ہو چکی تھی حسینی مختصر لشکر کے ہمراہ

جوان قتل ہو چکے تھے اور کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ تیروں کی بارش تھی
اور کمانوں کو کڑھانے کی گرج لیکن اس حالت میں بھی نماز ظہر جماعت ادا کی
گئی اور یہی نماز کہ جس کی نظر عالم کی تائید پیش نہیں کر سکتی۔

امام و قبطیہ اور مجاہدین کی صفین پیچھے اور دو بہادر جوان امام کے آگے
سینہ سپر بنے ہوئے کہ جو تیر آئے وہ اپنے آپ پر رکھیں جس کا نتیجہ یہ تھا کہ نماز ختم
ہوتے ہوئے اُن دونوں بہادروں میں سے ایک سعید بن عبداللہ حنفی ہیں
پر گر کر ٹپنے لگتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

یہ تھے حقانیت کے مظاہرات اور صداقت کی نمونے جو اگرچہ اپنے وقت وقوع
میں خاموشی کے ساتھ عمل میں آئے لیکن انہوں نے دنیا کو دوستی کی
پرزور آواز سے مملو کر دیا اور افراد اسلام کے اسلامی حساسات کو جھنجھو
کر بیدار کر دیا اور دوسری طرف زبردست خواہاںان زبردست طالبانہ افعال
اور اسلام کش حرکات کا پرچم چاک کیا۔

تبلیغ حق کے دیگر مظاہرات | عاشورہ کی صبح سے لیکر عصر تک

واقعات اگر ہم لکھنا چاہیں تو یہ مضمون کافی نہیں ہو سکتا یا سچ شام ہو کہ
 حسینی فوج کا ہر جوان ایک مبلغ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بریر ہمدانی کا مبالغہ
 حبیب بن مظاہر کا مکالمہ زہیر بن قین کا خطبہ و تمام انصار و اقراب
 وہ جرحین میں جو ہر ایک حینی شہادت کے اسباب و علل بیان کرنے میں ایک
 مبلغ کا حکم رکھتا تھا۔ اس کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو لیکن ایک مبلغ کی کامیابی
 یہ نہیں ہو کہ اس کی آواز پر ایک کھنے والے زیادہ تعداد میں پیڑھوین
 بلکہ اس کی کامیابی یہ ہو کہ وہ سخت و کٹھن موقعوں پر اور شوار گزار منازل
 میں اپنے فرضیہ کو ادا کر دے اور جو دعوت و اظہار کا حق ہو اس کو پورا کر سکے۔
 حسینی فوج کے تمام جوان اور شجاعت و بیکر خست ہو چکے ہا سنی خاندان کے
 شیر بھی اپنے بزرگ کی حمایت میں کام آگئے صرف مظلوم حسین باقی
 ہیں اور دشمنوں کا حلقہ ہر دل پر مصائب کا ہیوم اور آنکھوں میں نیا تاریک
 مگر وہ مبلغ اسی، ربانی داعی مذہب و فرضیہ سے ایک سکینہ کھیلے غافل نہیں ہے
 وہ خطبے پڑھتا ہی، تقریریں کرتا ہی صحابہ رسول کو گواہ بنا کر اپنی

حقیقت کا ثبوت دیتا ہے کیا اسل مسید پر کہ یزیدی لشکر حسین کی
 حالت پر حیرت کھائیگا یا وہ درہم و دنیا کی جلوہ آرائی اور وہ پیر شرفیوں
 کی جھنکار اور حکومت و سلطنت کی طمع و حرص سے آزاد ہو کر حق کے راستہ پر
 آجائیگا؟ لاواللہ حسین بھولے اور ناعاقبت اندیش نہ تھے، وہ خوب جانتے
 تھے مگر بنی نوع بشر کو حالات سے واقف اور باخبر بنانا چاہتے تھے،
 انھوں نے کوئی دقیقہ اظہار حق میں اٹھا نہیں رکھا اور آخری نفس تک
 اپنے فرض کو ادا کر گئے۔

اسوقت بھی کہ جب شمر کا خنجر بوسہ مصطفیٰ کے قریب چکا تھا اور
 امامت کا چراغ گل ہوا تھا حسینؑ نے اپنے قاتل کے سامنے تبلیغ کی
 اور اپنے نانا کی صداقت و حقانیت کو ثابت کر دکھایا "اے شمر ذرا اپنے
 چہرے نقاب اٹھا،" ثمر نے نقاب اٹھائی، حضرت نے فرمایا صدق واللہ
 جدی "میرے نانا رسولؐ نے سچ کہا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل ایک
 مبصر (کوڑھی) شخص ہوگا۔"

روحی لک لک لفظاً! اے حسین بن علی آپ نے مرتے دم تک اپنے فریضے
 ہاتھ نہیں اٹھایا، آپ نے اپنے نانا کے قول کی تصدیق زیرِ جگر بھی ثابت
 کر دی۔ آپ کے خون کا ہر قطرہ جو کربلا کی زمین پر گر رہا تھا آپ کی مظلومیت کا
 مرثیہ خواں اور ملتِ اسلامیہ کا واحد مبلغ تھا۔

واقعہ کربلا کے بعض روشن پہلو

ایثار و مواسات | مشترکہ ضرورت کے وقت دوسرے کو اپنے
 نفس پر مقدم کرنا ایثار ہے اور سخت موقع پر دوسرے کو متلاپا کر خود شریک
 مصیبت اور سہم و ہوجانے کا نام مواسات ہے۔

ان دونوں صفتوں کا بہتر اور مکمل ترین نمونہ زمین کربلا کے مجاہدین نے
 پیش کیا، ان میں سے ہر فرد نے امام کے نفس کی حفاظت کو اپنے نفس و
 بدن پر اس طرح مقدم سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے تئیں جیسے ہی مقدم سمجھ گئے تھے
 سید الشہداء مصطفیٰ پر نماز ظہر ادا کر رہے ہیں اور دونوں کے تیروں کی

بوجھ رہی سعید بن عبد اللہ اور زہیر بن قین امام کے سامنے پیر
ہوئے کھڑے ہیں اور ابھی نماز صبح ختم نہیں ہوئی کہ سعید خون چور ہو
زمین پر گر جاتے ہیں۔

اور خود امام نے مفاد ملی کی حفاظت کو اپنی نفس بلکہ نفس ہی عزیز تر اولاد
اقرب اور ان سے بھی بالاتر عزت ناموس پر اس طرح مقدم کیا کہ خود دنیا کی
ہر چیز سے ہاتھ دھو لیا اور اپنے کو عالم بھر کے مصائب و آلام کا نشانہ بننا
گوارا کیا لیکن دین اسلام کو قائم کر گئے۔

اور مواسات کا یہ عالم کہ کوئی مصیبت انصار و صحابہ نہیں پڑی
جس میں امام نے ان کا ساتھ نہ دیا ہو انصار و غزاک کی شہادت کے عنوان
مختلف تھے لیکن جب امام مظلوم کی شہادت پر ایک نظر کی جاتی ہو
تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک عنوان کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ
ایک کس کے قتل کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں وہ اس ایک فائیت میں
جمع ہو گئی تھیں۔

سین اس دن صرف اپنی جان نہیں دے رہے تھے بلکہ دنیا کو
ایثار و مواسات کا نہ بھولنے کے قابل سبق دے رہے تھے اور نظیر مثال
قائم کر رہے تھے۔

ثبات قدم و استقلال سخت دشوار گزار مصائب کے باوجود ہم

میں لغزش نہ ہونا ثبات و استقلال ہی اور اس امتحان میں کربلا کے
مجاہدین کا نمبر سب سے اول ہی ان کے سخت اور دشوار گزار مصائب کی رعیت
عالم سے جدا گانہ تھی، سرگردن کے باہمی ایذا کا ایک مرتبہ دم شمشیر
سے قطع ہو جانا ایک جانب باز سپاہی کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں کہتا لیکن
تین دن کی بے آبی اور زخموں کی کثرت کے سبب گلیجہ کے اندر آگ
کا بھر کتنا ہر خطہ و نفع روح کی تکلیف برداشت کرنے سے کم نہ تھا
کس نے بچوں کو ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دیکھنا اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی
کے عزیز ترین سرمایہ اولاد کو بھینچ جونی تمکین اور بے ہوشی کے تیروں
میں بھینچا نہیں بلکہ اپنے ہاتھ پر جگر کے ٹکڑے کو نشانہ بنوا دینا

ہر انسان کا کام نہیں۔ اُن کے استقلال و ثبات قدم کی نظیر تاریخ پیش
 کھڑے ہی قاصر ہو اور انہوں نے اس کے ذریعہ جو حیرت انگیز کامیابی حاصل
 کی اُسکی مثال بھی ملنا ناممکن ہے۔ وہ فنا نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ کے لئے
 خود زندہ ہوئے اور ہزاروں کی زندہ کر گئے۔ وہ فلک میں جتلیک اسلام
 کا دُرِ حوائجی یاد ہے مسلمانوں کے ہمیں ہمیشہ تازہ پیگی اور سرشار
 غم کے سبب صدائے پران کے نام کا ورد ہوتا رہیگا۔

عزت نفس اور موت کا موازنہ

مجاہد کربلا کا متحشر ہونا

الموت اولى من ركوب العار

زندگی عزیز ہے اور فطرت انسانی میں حیات دنیا کی محبت
 و طبیعت کج دی گئی ہے، انسان اسی کی خاطر سخت ترین دنیا کے مشکلات کو
 برداشت کرتا اور سرد گرم عالم کا تحمل کرتا ہے۔ اس کی طبیعت اگر

افراط و تفریط کے سبب اعتدال سے خارج نہیں ہوئی ہو تو وہ اپنی جان
 کی حفاظت میں مالی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا اور تمام ممکن ذرائع
 جن سے اس کی ہستی کا بقا ممکن ہو ان کو صرف کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ سلام
 نے بھی اس فطری رجحان کو روکنے کی کوئی وجہ نہیں پائی بلکہ لایا تعلقوا
 باید یکم الی التھلکۃ کے حکیمانہ حکم سے حفاظت نفس اور زندگی کی
 نگہداشت کو فریضہ لازمہ قرار دیا لیکن فلک اعظم کے دور اور سیل و ہمار
 کی آمد و رفت میں ایسے نازک مواقع پیش آجایا کرتے ہیں جب جذبات
 نفسانیہ میں تلاطم اور طبعی عقلی رجحانات میں تصادم ہوتا ہو، زندگی
 اپنی تمام دفریبیوں کے باوجود اتنی مہذب و متین نظر آتی ہو کہ انسان
 بے اختیار اس سے آنکھ بند کر لینا پسند کر لیتا ہو اور وہ اسی محبوب زندگی
 سے جس پر وہ ہر شے کو قربان کرنا تھا ہاتھ دھوئے میں لذت محسوس کرتا ہے
 یہ صورت کبھی غیر عقلی، شہوانی، جاہلانہ، ناعاقبت اندیشانہ رجحانات
 سے پیدا ہوتی ہو اور اس موقع پر جان دینے سے نہ عقل بڑھ کر جاگرتی ہو ^{اور نہ}

شرع شباب کی آواز دیتی ہو لیکن جو وقت موت سے بڑی زندگی یا زندگی
 سے بہتر موت میں معاملہ پڑ گیا ہو جس وقت حیات دنیا اہم ترین مقاصد کے
 پامال ہو گیا پیش خیمہ ہو اور جس وقت عزت نفس اور فتنے کا ظاہری کاسو
 و پیش ہو جبکہ میزان عقل نے صورستال کے مختلف پہلو و سر غور کر کے
 موت کو حیات پر ترجیح دیدی ہو تو اس وقت موت کے مونہ میں
 جا پڑیو اسے دائمی حیات کے مالک بن جاتے ہیں، عزت و اہستیاں ہمیشہ
 عزت کا حصہ جان کو سمجھتی ہیں حسین بن علیؑ نے کربلا میں جو راستہ
 اپنے لئے مقرر کر لیا تھا وہ اسی اصول پر مبنی تھا، اُن کی زبان سے
 نکلی ہوئی لفظیں اگرچہ وسیع صحرائے کربلا میں گونج کر فنا ہو گئیں لیکن
 اُن کا پائدار مفہوم اب بھی غنیمتِ بڑا ارقام کے صحیفہ حیات کا
 نامہ وارن کے دیا ہے زندگی کا عنوان اول ہے (الموت والی امر)
 رکوب العار تنگ عار کے برداشت کرنے سے موت کا آنا بہتر
 ہے، انکی مختصر لفظیں علوِ ہمت کی منادی اور عزت نفس کی

ترجمان ہیں اور انہی کو حسینؑ نے علیؑ صورت کے دنیا کو دکھلا دیا۔

اصول کی حمایت و قربانی

حسینؑ کی قربانی دینا سب سے بڑی تھی

اس قربانی کے انتظامات عجیب و غریب تھے

کربلا کے مجاہد حسین بن علیؑ کا اصول حق کی حمایت، شریعتِ اسلامیہ کی نگہداشت اور جابر و ظالم طاقت کے مقابلہ میں روحانی و مذہبی خودی کی حفاظت تھی، انہوں نے اپنے آخری نفس تک اس اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، وہ اگر پہلی ہی مرتبہ اپنی جان کی قربانی پیش کر دیتے تو بہت ممکن تھا، اس قسم کی شہر بانیاں کم سہی ہو سکتی ہیں، بیمثال نہیں ہیں۔ سقراط نے بھی اپنے ہاتھ سے زہر کے جام کو اٹھا کر پی لیا تھا اور اپنی جان کو مقصد پر قربان کر دیا تھا لیکن حسینؑ

بن علیؑ کا مقصد بہت اہم تھا، وہ اپنی قربانی کی نوعیت ہی عالم سر
جداگانہ قرار دینا چاہتے تھے، اُن کا مقصد یہ تھا کہ اپنی طرف نسبت
رکھنے والی ہر عزیز شے کو خود اپنے ہاتھ سے قربان کرین اور جسے
نفس کے سوکچہ باقی نہ رہ جائے تو اس متاعِ گرامنایہ کو قربانی کے میدان
میں پیش کر دیں، اُنھوں نے سب سے پہلے اپنے راحت و آرام، وطن کی
اطمینانی زندگی کو قربان کیا جس کے سلسلہ میں اُن کو ہر طرح کی تکلیف
برداشت کرنا پڑی۔

روز عاشور کی قربانیوں کے سلسلہ میں اپنے محبوب بنِ صحابہ
انصارِ ساتھ کے کھیلے ہوئے احبابِ قربان کیا، عزیزوں کی
باری آئی اور ایک ایک کمر کے ان سب کو میدانِ قربانی میں بھیجا،
اپنے اپنے بازو و فوار بھائی قمر بنی ہاشمؑ کو قربان کیا، اپنے پیارے
بھتیجے اور دامادِ حسنؑ کو قربان کیا، اپنے دل کی قوت بھروسہ
کی روشنی اور پسیری کے سہارے علیؑ اکبرؑ کو قربان کیا۔

باغِ اُمید کی آخری کوپل اور غنچہٗ ناشگفتہ علیٰ صُغَر کو خود اپنے ہاتھوں
 پر لا کر قربان کیا، ابھی تک لکے لکھوؤں کی قربانی ہو ہی تھی اب
 اعضائے بدن تک بت پہنچی، اُن کو ایک ایک کر کے قربان کیا۔ گو
 وپوست، سینہ و دست، دل و جگر، چہرہ و جبین بلکہ سطحِ جسم کا
 چپہ چپہ اور اجزائے بدن کا ہر ذرہ قربان کیا، نوبت یہ پہنچی
 کہ تیرن کو جگہ نہ ملتی اور دھمنوں کی تلواروں، نیزوں کو جستجو کے
 بعد بھی خالی مکان نظر نہ آتا تھا، جب جسم کا ہر حصہ اوڑل کا ہر کڑا
 و تیرن ہو چکا۔ اصحابِ انصار اہل بیت میں سے تو پہلے ہی
 کوئی باقی نہیں رہا تھا اعضائے جسم کی قربانی کا بھی امکان
 نہ رہا، ایک نیزہ پر سیکڑوں نیزے اور ایک ایک تلوار پر سیکڑوں
 تلواریں پڑ چکیں اور تیر بھی اپنا پورا حوصلہ نکال چکے، اب ٹین کیلئے
 کوئی چارہ کار نہ تھا، کوئی تیرانی کے قابل شے باقی نہیں رہی تھی
 صرف ایک ششہ حیات تھا جو روح و بدن کے اندر پوری کشمکش حیات کے

باوجود قائم تھا اور ایک سر و گردن کا ارتباط تھا جس میں ابتک
جدائی نہ ہوئی تھی۔

اس باہمت مظلوم کیلئے گزشتہ تمام قربانی کے مرحلوں کو طے
کرنے کے بعد ایک قربانی کا مرحلہ بالکل آسان تھا بلکہ اس میں خاص
لذت محسوس ہو ہی تھی، عصر کے ہوتے ہوتے حسین اس قربانی میں بھی
کامیاب ہو گئے اور خیرِ شمر سے کچھ دیرِ از و نیاز کے بعد ایک طرف
نفس کی آلودہ کاسہ اور نفسِ بدن کا ظاہری حلقہ اتصال
قطع ہوا اور دوسری طرف سر و گردن کے ارتباط میں جدائی پیدا ہوئی۔
آسمان لاکھوں برس گدوش کرے، زمانہ کے ورق گونا گوں حصوں
کیساتھ سامنے آئیں اور اُلٹ جائیں لیکن اتنی شاندار مکمل منظم اور
مربہ قربانی کی مثال پیدا نہیں ہو سکتی۔



حسین کی شہادت کے بعد

فاطمہ زہرا کا چاند غروب ہو چکا ہے اور دشمن اپنے مقصد میں ظاہری جتوں سے کامیاب ہو چکے ہیں اب کوفہ و شام کے بازار میں ورنہ ہاشم کے گھرانے کی مغرر خواتین و نیریں پر کر بلا میں شہید ہونے والے مظلوموں کے نصب میں سطحی نظر دیکھنے والے اس منظر کو اہمیت رسول کیلئے سخت تہین و ذلت کا باعث سمجھ رہے ہوں گے لیکن اقمہ یہ کہ اس وقت حسین کی تبلیغ تنہا شہادت پہنچ گئی ہے اور دعوت حق کا دائرہ وسیع وسیع تر ہو گیا ہے اگر چشم حقیقت میں سے نظر کرو تو نیرہ پر سر حسین جس کی پیشانی پر سجدہ معبود کا نشان پڑا ہوا ہے (سید ماہم فی وجہ ہمہ من اثر السجود) چہرے نور ساطع ہے۔ ہونٹ تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں (امر حسبہ ان اصحاب الکف والرفیم کانرا من الایاتنا عجبا)۔ دوسری طرف محدثات عصمت جو ان نامحرموں کے مجمع میں چادر نقض ہو کر

ہونیکے بعد غیرت مسیحا کا مجسمہ اخلاق محمدیہ کی تصویر، جا و جلال کی پرو
 میں نہاں طہارت و عفت کے اندر ملبوس اور ان کے وہ حقائق و وقایع
 مملو خطبے کا تھا تفرغ عن لسان ابیہا زینب کو یا علی بن ابیطالب

کی زبان کیساتھ کلام کر رہی تھیں،
 یہ خیرین وہ ہیں جنہوں نے صدقت کی پیکر میں روح پھونک دی، دنیا کی
 آنکھوں کے سامنے سے جہالت و ضلالت کے پروں کو چاک کر کے پھینک دیا،
 عالم کو مشرق سے لیکر غرب تک حسین بن علی کا مرثیہ خوان اور زیچہ افعال
 و اقوال سے ہزار متنفذ کر دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آج عالم کے گوشہ گوشہ اور
 دنیا کے ہر حصہ میں حسین کا نام ہے اور حجاز کا حقیقی بادشاہ کروڑوں افراد کے
 دلوں پر قیامت تک کے لئے حکومت کر رہا ہے اور بنی امیہ کے جبروت و
 عزت کا چراغ ہمیشہ کیلئے اس طرح گل ہوا کہ کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہے
 عالم نے دیکھ لیا کہ کون ظالم تھا اور کون مظلوم؟ ظالم کا نتیجہ کیا ہوا ہے اور مظلومیت
 کی نشان کیا ہے؟
 علی نقی نقوی عفی عنہ (لکھنؤ)

آب حیات جامع

ہاں اے فرزندِ اسلام ولے اولادِ علی وفاطمہ بس آج ہی وہ ہے
 کہ حرمِ خدا و رسول اور ارضِ مقدس حجاز کو جہین اسلام کی مقدس ترین باتیں
 یعنی آپ کے اجداد و پیشوایان روحانی دفن ہیں۔ نیز وہ آپ کا مذہبی مرکز اور
 اس لئے دینی وطن بھی ہے۔ ابن سعود نجدی کے پنجہِ ظلم سے چھڑا لیجئے۔

مجاہدین جمعیت درسیہ حجاز

کو فوراً مالی اور اخلاقی امداد دیجئے۔ تاکہ وہ اس سلامی خدمت کو انجام دیکر ارواح
 مطہرہ رسولؐ و علیؑ و دیگر بزرگانِ دین کو خوشنود کر سکیں۔ بس قوتِ بین
 یہ مقدس ہستیاں قبروں میں چین ہیں۔ آپ کو بھی چین کی نیند سونا حرام ہے
 خدا کے لئے چونکئے ذرا ہوشیار ہو جائے اب ایک لمحہ کی دیر کا موقع نہیں ہے

خادم

عاجی حسن انزیری اسٹنٹ سکریٹری
 انجمن تحفظ اشرقتبرکہ حسین آباد لکھنؤ

امامیہ سن کی ممبری کی افادہ

نامبرین اسیت ہم ام کی فہرست ان پانامائی دوج شیعہ

چندہ لائف ممبری کجست پچاس روپیہ

چندہ ممبران خصوصی کم از کم پانچ روپیہ سالانہ

چندہ ممبران عمومی کم از کم ایک روپیہ سالانہ

(نوٹ)

لائف ممبران و ممبران خصوصی کی خدمت میں تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت شایع ہوتے ہی ارسال ہوتے رہتے ہیں۔ اور ممبران عمومی کو شریک وہ طلب فرمادین (ممبر بننے کے بعد شایع ہونے والے رسائل نصف قیمت پر دیئے جاتے ہیں۔

الداعی الی الخیر

آزیری سکریٹری

”امامیہ سن“ لکھنؤ

حج و نبیانت

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے شہ ۱۳۵۵ ہجری
میں مشاہد مشرفہ المہ معصومین علیہم السلام سے جو حیات انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات
ظاہر ہوئے ان کے مستند تفصیلی واقعات ہمیں شایع کئے گئے ہیں جو اب باب المانی
کیلئے بصیرت افروز تمام مذاہب اقوام کے مقابل صداقت و حقانیت کی دلیل
ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء کا نتیجہ تسلیم اور ان ہی کی ذاتی
تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطع ۲۰ × ۲۶ کاغذ سفید چلنا۔

قیمت صرف ایک سو روپیہ۔ خرچہ ڈاک دوانہ (۲)۔

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء
دام ظلہ کے فتاویٰ اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جائے چنانچہ سرسوت
یہ مختصر اور مسلمہ مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب
مسائل فقہ میں جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کی جاوے گی۔

آنریری سکریٹری امامیہ حسین آباد لکھنؤ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

- | | |
|-----|---|
| ۱۔ | (۱) قاتلان حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن) قیمت ۴۲ روپے خرچہ ڈاک |
| ۲۔ | (۲) تحریف قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن) ۶ روپے |
| ۳۔ | (۳) مولود کعبہ ۱ روپے |
| ۴۔ | (۴) وجود محبت ۴ روپے |
| ۵۔ | (۵) اصول دین اور قرآن ۴ روپے |
| ۶۔ | (۶) اتحاد افسرین حصہ اول ۴ روپے |
| ۷۔ | (۷) حسینؑ اور اسلام ۱ روپے |
| ۸۔ | (۸) ۱ روپے ہندی |
| ۹۔ | (۹) ۲ روپے انگریزی |
| ۱۰۔ | (۱۰) ۸ روپے متعہ اور اسلام |
| ۱۱۔ | (۱۱) ۱۰ روپے امامت آئمہ اثنا عشر اور قرآن |
| ۱۲۔ | (۱۲) ۳ روپے تجارت اور اسلام |
| ۱۳۔ | (۱۳) ۴ روپے اتحاد افسرین حصہ دوم |
| ۱۴۔ | (۱۴) ۱ روپے علیؑ اور کعبہ |
| ۱۵۔ | (۱۵) ۶ روپے رجال بخاری حصہ اول |
| ۱۶۔ | (۱۶) ۵ روپے مذہب باب و بہا |
| ۱۷۔ | (۱۷) ۱ روپے عید نوروز و غدیر |
| ۱۸۔ | (۱۸) ۲ روپے مجاہدہ کربلا |
| ۱۹۔ | (۱۹) ۲ روپے کربلا کا آئینہ بلیدان ہندی |
| ۲۰۔ | (۲۰) ۲ روپے دی مارٹڈم آن حسینؑ انگریزی |

آزمیری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ